ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

قیام پاکستان سے قبل اردو افسانہ: نو آبادیاتی مطالعہ

URDU FICTION BEFORE THE ESTABLISHMENT OF PAKISTAN: COLONIAL STUDIES

ڈاکٹر نازیہ یونس

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد

Abstract

Colonialism is the policy or practice of acquiring full or partial political control over another country, accupying it with settlers and exploiting it economically. Colonialism started in sixteents century and first colonialist were Spain, France, Britain and Netherland. Later on industrial revolution encouraged this process so rapidly uptil nineteenth century, Britishers were holding the central of 1/5 of world and ¼ world population; as far as the effects of colonialism are concerned colonisers manipulated the resources of colonised. During colonialism different genres of Urdu literature were effected like Ghazal, Poems, Novel and short stories. Short story writer discussed colonialism and its effects. We can see a deep shadow of colonialism on most of Urdu fiction writers in preparation era.

Keywords: Colonialsim, Political, Spain, France, Britain, Netherland, Ghazal, Poems, Novels.

جب کوئی ریاست اپنی عسکری طاقت کے بل بوتے پر کسی، قدرے کم زور ریاست اور اس کے افراد پر غاصبانہ قبضہ جمالے اور وہاں کے قدرتی وسائل اور افراد کی قوت کو اپنی اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے لیے استعمال کرے تو وہ مقبوضہ ریاست یا علاقہ اس ریاست یا علاقے کی نو آبادی کہلائے گی۔ قابض حکومت کا غلبہ مقبوضہ علاقے کے قدرتی وسائل، تجارتی منڈیوں اور افرادی قوت پر ہوتا ہے۔ جن کے ذریعے وہ اپنی معاشی اور اقتصادی ترقی کو یقینی بناتی ہے۔ تجارت، صنعت و حرفت اور دوسرے معاشی شعبوں سمیت مقبوضہ علاقے کے تمام تر شعبے یہاں تک کہ حکومت انتظام و انصرام چلنے والے ادارے بھی غالب ریاست کے قبضے میں آجاتے ہیں۔ یہ ریاست نو آبادیات پر قانونی بالادستی قائم رکھتی ہے، جس کے لیے وہ اپنی عسکری طاقت کا بے دریغ استعمال کرتی ہے۔

غالب ریاست مغلوب ریاست سے معاشرتی، سائنسی اور معاشی میدان میں قدرے زیادہ ترقی یافہت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ خود کو بہتر نسل انسانی جانچتی ہے۔ یہی برتری اسے دوسری اقوامِ عالم کو زیر نگیں کرنے اور ان کے وسائل کو استعمال میں لا کر مزید ترقی یافتہ ہونے کی خواہاں ہوتی ہے۔ نو آبادکاروں کے اس عمل کے ضمن میں محمد اشرف کامال رقم طراز ہیں:

> "نو آبادکار جب کسی قوم اور ملک کو اپنی نو آبادیات بنالیتا ہے تو وہاں کے رسم و رواج، تہذیب و ثقافت، زبان و ادب اور تعلیم پر اپنی گہری چھاپ لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ساری صورتِ حال کا مقصد نو آبادکار کے اختیار اور دائرہ کار کو بڑھانا اور نو آبادیاتی باشندوں کو ہر حوالے سے مجبور و بے بس بنانا ہوتا ہے۔"(۱)

نو آبادیاتی نظام کی ابتدا سولہویں صدی میں ہوتی ہے۔ سب سے پہلے سپین، پرتگال، فرانس، برطانیہ اور نیدلینڈ نے نو آبادیات قائم کیں۔ پھر صنعتی انقلاب کی بنا پر اس نظام میں کافی وسعت پیدا ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ عالمی جنگ کے اختتام تک برطانیہ، اٹلی وگیرہ مقتدر ممالک نے دنیا کے بیشتر علاقوں پر اپنی نو آبادیات کو قائم کرلیا۔ تاہم کچھ ممالک اس نو آبادیاتی نظام سے آزاد رہے۔ قریباً انیسویں صدی تک دنیا کے کل علاقے کا پانچواں حصہ اور دنیا کا ایک چوتھائی حصہ برطانوی اقتدار کے زیرِ تسلط آچکا تھا۔ نو آبادیاتی نظام کے آغاز اور وسعت کی بابت ڈاکٹر محمد آصف یوں تحریر کرتے ہیں:

> "یورپ کا نو آبادیاتی نظام جن کا آغاز لگ بھگ سولھویں صدی میں ہوا تھا۔ صنعتی انقلاب کے بعد بڑی تیزی سے ایشیاء، افریقہ اور آسٹریلیا کے ممالک میں پھیلتا چلا گیا۔۔۔ جنگِ عظیم اوّل کے خاتمے پر برطانیہ، فرانس اور اٹلی نے جمہوریہ ترکی کے سوا عثمانی سلطنت کے بقیہ علاقوں پر بالواسطہ یا بلاواسطہ اقتدار قائم کرلیا۔ یہاں تک کہ صرف چار مسلم ممالک ترکی، سعودی عرب، ایران اور افغانستان مغرب کے نو آبادیاتی نظام اور مغربی اقتدار سے محفوظ رہے۔"(۲)

نو آبادیاتی نظام کے تحت غالب ریاست اپنے وسائل کے علاوہ مغلوب ریاست کے وسائل اور افرادی قوت سے فائدہ اٹھاتی ہے لیکن نو آبادکار نو آبادیاتی باشندوں کی نگہداشت اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہیں دیتے بل کہ واحد اصول استحصال پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ نو آبادکاروں کا احساس برتری اور تفاخر محکوم و مغلوب عوام اور حکام کے مابین نفرت کی ایک خلیج کو جنم دیتا ہے۔ یہ نو آبادکار چوں کہ مفتوح علاقے پر کالونیاں قائم کرتے ہیں اس لیے یہاں کالونی کے عوام کے حقوق او ر قانونی حیثیت مقتدر ریاست کی عوام سے کم تر ہوتی ہے۔ وہ درجہ دوم کے شہری تصور کیے جاتے ہیں۔ ان کی طرز بود و باش، تہذیب و ثقافت اور ان کی روایات کو کم تر خیال کیا جاتا ہے۔

معاشی پالیسیاں:

قدیم عہد میں کم زور ریاستیں اپنے تحفظ کے لیے کسی مضبوط ریاست کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر لیتیں اور اپنے دفاع کے بدلے میں انھیں خراج دیتیں۔ قدیم عرب علاقوں میں ایسے دفاعی اور معاشی معاہدے اکثر و بیشتر ہوتے بعض اوقات بہ زورِ تلوار طاقت ور ریاست کمزور ریاست کو اپنا کر اپنا حلیف بنا لیتی اور ریاست کی آمدن ٹیکس کی شکل میں کچھ حصہ خراج کے نام پر وصول کرتی اور اس کے عوض دیگر بیرونی طاقتوں سے ان کے دفاع کی ذمہ دار ہوتی۔ پندرھویں صدی سے اٹھارویں صدی تک یورپ میں Mercantilism عروج پر تھا۔ تاجِ برطانیہ نے اپنی تجارتی نظریے کے تحت ۳ – امریکن کالونیوں میں قوانین کا ایک سلسلہ نافذ کیا۔ جن کی رو سے ان کالونیوں کو سختی سے اس بات کا پابند بنایا گیا تھا کہ وہ صرف اور صرف برطانوی تاجروں کے ساتھ تجارتی تعلقات استوار رکھیں۔ یہ کالونیاں اپنا خام مال برطانیہ کے تاجروں کو فروخت کرنے پر مجبور تھیں اور تیار مصنوعات کی خرید کے لیے انھیں برطانیہ کا رہینِ منت ہونا پڑتا تھا۔ شروع میں برِصغیر پاک و ہند میں بھی یورپی تاجروں نے یہاں کے مقامی کاشت کاروں سے زبردستی تیل، کپاس اور افیون کی کاشت کروائی۔

سیاسی پالیسی:

نو آبادیاتی باشندوں پر حکومت کرنے کی غرض سے حاکم ریاستیں مختلف اقسام کی سیاسی پالیسیاں اختیار کرتی ہیں۔ بعض ریاستیں اقتدارِ اعلیٰ اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے مغلوب ریاستوں کو حکومت بنانے کا اختیار دے دیتی ہیں اور بعض غالب ریاستیں اپنی مغلوب ریاست کی عوام کو مکمل طور پر اپنا دست نگر بنا لیتی ہیں۔ فرانس، پرتگال، بیلجیئم اور برطانیہ چاروں غالب حاکم قوتیں ہیں مگر چاروں نے اپنی نو آبادیوں میں علیحدہ علیحدہ سیاسی پالیسیاں اختیار کیں۔ مثلاً تاج برطانیہ نے شروع میں اپنی نو آبادیوں پر طالوسی افسران اور عسکری قوت کے ذریعے سے حکومت کی مگر آہستہ آہستہ اس کی سیاسی پالیسی میں تبدیلی آتی رہی۔ مقامی عدالتی نظام، کونسلر اور پبلک سروس کے نمائندوں کو حکومت ایوانوں میں شامل کرنے کی اجازت اور مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

برطانوی نو آبادیات:

نو آبادیاتی نظام کے قیام اور فروغ کے سلسلے میں سلطنتِ برطانیہ کا نام یورپی ریاستوں کی فہرست میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۶۰۰ء سے دوسری جنگِ عظیم تک برطانوی نو آبادیات جو دنیا کے ایک چوتھائی علاقے پر اور ۲۵ فی صد آبادی پر محیط تھیں جو مختلف اطرافِ دنیا میں قائم دائم رہیں۔

ان نو آبادیوں سے آنے والے بحری جہاز معدنی ذخائر اور خام مال سے لدے ہوتے تھے جس سے سلطنتِ برطانیہ کی صنعت و حرفت اور تجارت میں بے پایہ اضافہ ملا۔ صرف برصغیر پاک و ہند کے علاقوں سے افیون، مصالحہ جات، تمباکو، چینی، سوت اور چائے خام مال کی صورت میں برطانیہ پہنچتا تھا۔ برطانوی سلطنت نے امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برصغیر پاک و ہند، ایسٹ ایشیا، ویسٹ انڈیز، برما، مصر، جنوبی افریقہ، مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ جیسے ممالک میں اپنی نو آبادیاں قائم کیں۔

نو آبادیات کے ثمرات:

برطانیہ اپنی نو آباد ریاستوں سے بھرپور فوائد حاصل کیے۔ برطانوی سلطنت کی گوناگوں اور روز افزوں ترقی نیز اس ترقی پر منحصر برطانوی معاشرے معاشی و اقتصادی سب نو آبادیوں کے وسائل اور افرادی قوت کا کرشمہ ہے تاہم ان نو آبادیوں نے بھی برطانیہ سے کافی کچھ حاصل کیا۔ جس میں مثبت اور منفی دونوں زاویے موجود ہیں۔ برطانوی حکمرانوں اور تاجروں کے ہم راہ ان کی زبان و ادب ان کی نو آبادیوں تک پہنچا۔ نو آبادیوں کے باشندے انگریزی زبان سے آشنا ہوئے اور اس زبان میں تحریر کیے جانے والے جدید علوم سے استفادہ کا موقع ملا۔ جیسے طب، ایٹمی توانائی انجینئرنگ اور دیگر سائنسی علوم اور ان سے منسلک ایجادات انگریزی زبان اور جدید علاج کی رہینِ منت برصغیر پاک و ہند میں متعارف ہوئیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

بیسویں صدی اور اکیسویں صدی میں برصغیر میں ان گنت سائنسی ایجادات متعارف ہوئیں۔ مثلاً تار، ہوائی جہاز، ٹیلی فون اور ریل وغیرہ وغیرہ۔ صحافتی سطح پر انگریزی زبان اور اس میں تحریر کیا جانے والا جدید صحافتی مواد جو اخبارات و رسائل کی صورت میں برصغیر آیا۔ یہ رسائل و اخبارات ان جدید خیالات و نظریات پر مبنی ہوتے تھے جو علام گیر سطح پر انقلابات برپا کر رہے تھے۔ نیز برصغیر میں اولین چھاپ خانہ بھی انگریزوں نے قائم کیا۔

ادبی اعتبار سے انگریزی زبان و ادب کے توسط سے بین الاقوامی ادبی و لسانی اور تحقیقی و تنقیدی افکار و نظریات نو آبادیوں تک پہنچے۔ خصوصاً برصغیر میں بہت سی نثری اصناف انگریزی ادب سے درآئیں۔ نیز جدید ادبی نظریات اور نئی تنقید کے رجحانات انگریزی ادب کے ذریعے سے اردو میں آئے۔

اردو افسانہ:

انسان اپنی ذات کے تزکیۂ نفس اور کام و دہن کی لذت کی خاطر کہانی کہتا اور سنتا ہے۔ اس سلسلے میں اوّل داستان پھر داستان سے ناول اور ناول سے افسانہ کی طرف سفر ہوا۔ داستان کی طوالت نے انسان کی طبع پر گراں گزری تو ناول وجود میں آیا۔ پر ناول سے مختصر صنف بھی افسانے نے جنم لیا۔ افسانے کی بابت وقار عظیم تحریر کرتے ہیں:

"ایسی کہانی جو زندگی کی ساری وسعتوں پر حاوی اور اس کی گہرائیوں کی ترجمان ہوتے ہوئے بھی ایک ایسے فن کی علم بردار ہو جہاں ایجاز و اختصار کی حکمرانی ہو۔" (3)

افسانہ ایک خاص زندگی کا عکاس ہے۔ رواں زندگی کا ایک ٹکڑا جس میں آغاز عروج اور اختتام ہوتا ہے، افسانہ کہلاتا ہے۔ اس کے پلاٹ، کردار، منظر نگاری جزئیات کا بیان، مکالمہ نگاری اور فنی عناصر ہیں نیز اختصار اس کی شرط لازم ہے۔

اردو افسانہ گو کہ تخلیقی اعتبار سے ذاتی و قومی قصوں کی ترقی یافتہ صورت ہے مگر جدید افسانہ بہر حال مغربی اثرات کا پیش خیمہ ہے۔ اردو کے اوّلین افسانہ نگاروں میں سجاد حیدر یلدرم نے یورپی افسانے کے اثرات ترکی افسانوی ادب کے ذریعے قبول کیے۔ انھیں اردو افسانے کی شکل دی۔ پریم چند سماجی حقیقت نگاری کے لحاظ سے منظرِ عام پر آئے۔ بعض ناقدین کے مطابق علامہ راشد الخیری اردو کے اولین افسانہ نگار ہیں۔ ذیل میں اردو افسانہ پر نو آبادیات کے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

نو آبادیاتی نظام کے سجاد حیدر یلدرم کے افسانوں پر اثرات:

سجاد حیدر یلدرم کے ہاں نو آبادیاتی نظام، انگریز حکومت یا غلام ہندوستان کی براہِ راست تصویر کشی نہیں ملتی تاہم نو آبادیاتی نظام کے نتیجے میں رونما ہونے والی تبدیلیاں اور اس کے ردِ عمل میں رونما ہونے والے نفسیاتی و معاشرتی عوامل کا تذکرہ بہ خوبی ملتا ہے۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے لگ بھگ دو سو برس بعد خیالستان ۱۹۱۰ء میں ضبط تحریر میں ہوئی۔ تب تک انگریز ہندوستان میں رچ بس چکے تھے۔ ہندوستانی ان نو آبادکاروں کی تہذیب کو اپنا چکے تھے۔ ہماری طرز ہائے نشست و برخاست انگریزی رنگ ڈھنگ کا روپ اختیار کر چکی تھی۔

"میز کے سامان کو دیکھا جو میرے لکھنے پڑھنے کے لیے تیار کی گئی تھی، میز پر نہایت قیمتی مدار کپڑا پڑا تھا جس پر ایک قطرہ گرانا گناہ کبیرہ سے کم نہ ہوگا۔ چاندی کی دوات مگر سیاہی دیکھتا ہوں تو سوکھی ہوئی۔ انگریزی قلم عنایت قیمتی اور نایاب۔" (4)

نو آبادیاتی نظام کے تہذیبی و ثقافتی اثرات کے تحت سجاد حیدر یلدرم کے افسانوں میں مغربی تہذیب و تمدن ہندوستانی معاشرے میں رچی بسی دکھائی دیتا ہے۔ مغربی آلات موسیقی، آرائشی ساز و سامان، فرنیچر، مغربی تعلیم، مغربی طرز درس گاہیں، فضا میں اذان اور گھنٹیوں کی آوازیں ایک مخلوط معاشرے کی تشکیل کر رہی ہیں۔ جس میں ہندوستان مغربی دنیا کی پیروی کرتے کرتے ان کے تہذیبی عناصر کو اس حد تک اختیار کر چکے ہیں کہ وہ خوشہ چینی کے زمرے سے باہر آ کر طبع زاد میں شمار ہونے لگے ہیں:

"میں پیانو کے پاس بیٹھی تھی، وہ مجھ سے ذرا دور آرام دہ کرسی پر ڈھیر ہو رہے تھے۔ میں یونہی بیٹھی پیانو کو بجا نہیں رہی تھی بلکہ کھیل رہی تھی۔" (5)

تہذیبی عناصر کی یہ خوشہ چینی جو اس وقت ہندوستانی رنگ و روپ میں بدل چکی ہے۔ تاہم اس احساس کمتری کو نہیں چھپا سکتی جو غلام ہندوستان کی ذات میں پوشیدہ ہے، یہی احساس کمتری ہندوستانی باشندوں کو ان کے اپنے تہذیبی اور ثقافتی ورثے سے روگردانی کرنے پر اصرار کرتا ہے۔ انھیں اپنی تمدنی روایات پر احساس

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

شرمندگی ہوتا ہے۔ وہ اپنے علوم وفنون سے دل چسپی اور علم و ادب سے واقفیت سے انکار کرتے ہیں۔ اسی بنا پر "صحبت ناجنس" کی غذرا ہندوستانی موسیقی اور ہندوستان ادب سے ناواقف دکھائی دیتی ہے:

"مجھے ہندی گانے نہیں سکھائے گئے۔ میں نے سات آٹھ برس انگریزی گانے سیکھے ہیں یہی جواب تھے جو میں دے سکتی تھی۔"(6)

گو کہ سجاد حیدر یلدرم کے ہاں رومانوی رجحانات غالب ہیں تاہم انھوں نے سماجی حقائق سے بھی نقاب کشائی کی ہے۔ "صحبت ناجنس" میں یلدرم نے اپنے بہت سے سوالات اٹھائے ہیں جن میں زندگی کے حقیقی رنگ کے ساتھ ساتھ رومان کا رنگ بھی موجود ہے۔

منشی پریم چند کے افسانوں میں غلامی کے خلاف اور نو آبادیاتی نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کی جرات دکھائی دیتی ہے۔ ہندوستانیوں کے اس استحصال کو روکنے کی خاطر انھوں نے اپنے افسانوں میں آواز اٹھائی ہے۔ پریم چند پہلے افسانوی مجموعے میں ہی جذبہ حب الوطنی سے سرشار نظر آتے ہیں۔ "دنیا کے سب سے انمول رتن" میں وہ وطن پر جان قربان کرنے والے انسان کے آخری قطرے کو چنیا کا انمول رتن قرار دیتے ہیں۔ یہ شہید ہندوستان کی سرزمین کو بیرونی طاقتوں سے بچاتے ہوئے شہدی ہوتا ہے اور شہادت کی موت کو غلامی سے بہتر گردانتا ہے۔

"ہمارے باپ دادا کا دیس ہاتھ سے آج نکل گیا۔۔۔ کیا میں اپنے ہی وطن میں غلامی کرنے کے لیے زندہ ہوں نہیں ایسی زندگی سے مرنا اچھا۔"(7)

ان کے ایک افسانے "یہی میرا وطن ہے" میں ایک ایسے فرد کا المیہ ہے جو روزگار کے سلسلے میں بڑا عرصہ امریکہ رہنے کے بعد ہندوستان واپس پلٹتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جس وطن کی الفت اس کے قلب وجان میں تھی، جن گلی کوچوں اور شہروں کے لیے وہ تڑپتا تھا، اب وہ بہت حد تک بدل چکے ہیں۔ دھوکا دہی، ریاکاری اور لوٹ کھسوٹ انسانوں کا ظاہر و باطن کو مٹا دیا ہے۔ اس نو آبادیاتی دور میں ہندوستان کی تہذیب میں تبدیلیاں روزمرہ زندگی پر کیسے اثر پذیر ہوتی ہیں۔ پریم چند کے ہاں ان کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ اب ہندوستان میں علاج لیڈی ڈاکٹر سے شروع ہو گیا ہے۔

"آپ جانتے ہیں یہ انگریزی تہذیب کا دور ہے، انگریزی علاج سے لوگوں کو زیادہ عقیدت ہوتی جاتی ہے۔۔۔۔۔ حکیم صاحب، جی ہاں آپ (لوگوں کے پاس عقیدت) بجا فرماتے ہیں۔ کون سی لیڈی ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے، پنڈت نے جی پھرس کھجا کر ادھر ادھر تاک کر کہا، انھیں مس بھوگن کا۔"(8)

پریم چند نے افسانہ "خوف ورسوائی" میں حریت پسند باشندوں کی برطانوی سامراج کے خلاف اٹھتی ہوئی آواز کو دکھایا ہے۔ اس آزادی کی آواز کے کچلنے اور انگریزی تسلط کو باقی رکھنے اور ہندوستان کے باشندوں میں حکومت برطانیہ کی دھاک بٹھانے کا ایک منظر کو منشی پریم چند ان الفاظ میں ضبطِ تحریر کرتا ہے کہ:

"منگل کے روز چار بجے شام کو ہیر سلین روڈ کنارے ایک نوجوان بنگالی نے ایک انگریز افسر پر بم کا گولہ چلایا تھا۔ اس ہولناک حادثہ نے سارے شہر میں کھلبلی ڈال دی تھی، خانہ تلاشیوں کی گرم بازاری تھی۔"(9)

انگریزوں کی نفرت اور غلامی میں ہونے والی ذلت کی واضح مثال افسانہ "عجیب ہولی" میں ملتی ہے۔ جہاں نوکر انگریز حاکم کے گھر میں کام سے انکار کر دیتا ہے حالاں کہ یہ حاکم ہندوستانی حاکموں کے مقابلے میں زیادہ تنخواہ دے سکتا ہے۔ مگر پھر بھی نور علی اپنے ساتھی نوکروں سے انگریزوں کے ہاتھوں ہونے والی ذلت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

"نور علی۔ اجی لعنت بھیجو۔ اب مجھ سے غلامی نہ ہوگی یہ ہمیں جوتوں سے ٹھکرائے اور ہم اس کی غلامی کریں۔"(10)

پریم چند نے بہت سے افسانوں میں مغربی تہذیب اور اس کے لوازمات، جزئیات پر سخت تنقید کی ہے۔ ان کے خیال میں مشرقی تہذیب کی بنیاد ہمدردی، مروت اور باہمی بھائی چارے پر ہے جب کہ مغربی تہذیب کی اساس مادہ پرستی پر ہے۔

مصورِ غم راشد الخیری کے افسانوں میں نو آبادیات کے اثرات:

علامہ راشد الخیری کے افسانوں میں نو آبادیاتی نظام کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے افسانوں میں انگریزوں کی سیاسی بساط اور سیاسی رویوں کا ذکر کیا ہے۔ دیگر موضوعات میں انگریزی سے مرغوبیت اور تہذیب مغرب کی جانب جھکاؤ ہندوستانیوں کی آزادی اور ہندو مسلم کی آپس میں کشیدگی کو زیرِ بحث لایا ہے۔ اس

حوالے سے غدر کی ماری شہزادیاں اور دلی کی آخری بہار کے سب کے سب افسانے بہت افراط و تفریط، سیاہ داغ، نانی عشو، ولایتی نخی وغیرہ اس ضمن میں اہم ہیں۔ راشد الخیری کے افسانوں میں ہندوستانی مسلم معاشرت کی عکاسی نظر آتی ہے۔ اُن بدلتے ہوئے تہذیبی رویوں کی نشاندہی ملتی جو نو آبادیاتی زمانے کا تقاضا تھا۔

راشد الخیری کے ایک افسانے "نانی عشو" میں لیڈی ڈاکٹر نانی عشو کے لباس اور ان کی گفتگو سے متاثر ہو کر انھیں اپنے ہاں کھانے کی دعوت دیتی ہے۔ جس سے پہلے وہ انکار کر دیتی ہے اور پھر حامی بھر لیتی ہے۔ انکار کی وجہ سور کا گوشت ہے۔ اصل میں ہندوستان میں غلاموں اور ان کے نو آبادکاروں یعنی انگریز حاکموں کے درمیان ایک خط فاصل عادات طعام بھی ہیں۔

"ڈاکٹرنی! یہ ممکن ہے کہ آج شام کو آپ میرے ساتھ کھان کھائیں؟ عشو! نوج میری جوتی کبھی نہ کھائے تم یہ جانور کھاتی ہو۔"(11)

میر اچھن نے تہذیب مغرب کے سیلاب میں بہہ کر اپنا تمدن، رہنے سہنے کا طور طریقہ اور گھر کی آرائش کا سازو سامان اور طرز بودوباش کو بدل کر ڈالا۔ یہ چلن اس وقت کے ہندوستان کے اکثر و بیشتر خاندان میں بھی تھا:

اچھن کی حالت طریقہ رہائش اور بودوباش میں اگر صرف اتنی سی تبدیلی ہوتی کہ دری چاندنی کی بہ جائے میز کرسیاں حقہ بدلے مگرہٹ اور پانی کے عوض سوڈا۔ تو حاشا دکلاء ہم کو ہرگز شکایت کا موقع نہ تھا مگر رونا اس کا ہی ہے کہ جب تک ماما چاء کی پتن پیالیاں اور ہاف بوائل انڈے لا کر نہ دیتی تو اللہ کے بندے بچھونے سے نہ اٹھتے۔"(12)

راشدی افسانہ " سرطبِ مغرب" ۱۹۱۸ء میں سیاہ داغ ۱۹۱۱ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ ان میں انگریزوں کے مظالم کا تذکرہ موجود ہے۔ راشد الخیری کا لہجہ اشتعال انگیز اور جذباتی ہے۔ وہ ہندوستان کے شان دار ماضی کا توجہ پیش کرتے ہیں ہیں۔ اسی سال جلیانوالہ باغ کا واقعہ رونما ہوا تھا اور جن تمام ہندوستانیوں کا دلوں پر گہرا اثر ہوا تھا:

"جس سرزمین پر آج تو نے مظالم کے پہاڑ چن دیئے اور جن بے گناہ مخلوق کو چھوے دے دے کر ذبح کیا اس سرزمین ہند نے وہ حکمران پیدا کیے ہیں جو رعیت کے پسینہ پر خون بہاتے تھے۔ تجھے نہیں معلوم قحط نے ان کی صورتیں بگاڑ دیں۔ کبھی بہتر میں نصیر اور دیکھ گشت کر اور سن ان کے تن پر کپڑے اور پاؤں میں جوتیاں تک نہ رہیں۔"(13)

نو آبادیاتی نظام کے قیام کے ساتھ ہی ہندوستان میں بغاوتوں نے جنم لیا۔ ان بغاوتوں کو کچلنے کے لیے انگریزوں نے Divide and Rule کی پالیسی اختیار کی۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو باہم لڑایا۔ مذہبی تضاد تو تھا ہی، ساتھ انگریزوں کی منافرت کی آگ نے بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ نتیجتاً ہندوؤں کی طرف سے شروع ہونے والی شدھی اور سنگٹھن کی تحریکوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں میں نفاق کو مزید ہوا دی۔ راشد الخیری نے اس نفاق پر رنج وملال کا اظہار کای ہے۔ افسانہ "گولنتیاں" کا آخری سے بہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"شہزااب ترکی، اس کے چہرے پر افسردگی کے آثار نمودار ہوئے۔ ایک ٹھنڈا سانس بھر اور کہنے لگی، یہ عجوبہ روزگار بچیاں ابھی زندہ ہیں۔ ان کو دیکھنے کا شوق ہو تو ہندوستان کا رخ کیجیے، دونوں تبلیغ اور شدھی کے روپ میں نظر آئیں گی۔"(14)

ہندوستان کی سیاست، تہذیب، معاشرت، ادب، ثقافت، طرز معاشرت غرض زندگی کے ہر شعبے میں رونما ہونے والے نو آبادیاتی نظام کے اثرات کا اظہار راشد الخیری نے اپنے افسانوں میں بہ خوبی کیا ہے۔

کرشن چندر کے افسانوں پر نو آبادیاتی اثرات:

کرشن چندر کے افسانوں میں نو آبادیات کے حوالے سے لازوال افسانہ ان داتا ہے۔ کرشن چندر کا یہ افسانہ ایک اعلیٰ تخلیقی فن پارہ ہے جس میں ہندوستان کے تیس طبقوں کی عکاسی کی گئی ہے۔ پہلا طبقہ بیوروکریسی اور انگریزوں کا ہے۔ جو قحط بنگال سے لا تعلق اپنی موج مستی میں مگن ہے۔ دوسرا طبقہ متوسط طبقہ ہے جو اپنے ملکی فرائض سے فرار کی راہ ڈھونڈنے میں مگن ہے، تیسرا طبقہ جو قحط کے وبال کو جھیل رہا ہے۔ یہ مکمل طور پر مایوس ہو چکے ہیں آنکھوں میں زندگی کی دمق نہیں جسم پر گوشت نہیں۔

راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں پر نو آبادیاتی اثرات:

راجندر سنگھ بیدی کا افسانہ غلامی بھی نو آبادیاتی تناظر لیے ہوئے ہے اس میں سماجی رسوم کی جکڑ بندیوں کے ساتھ ساتھ انگریز سرکار کی غلامی کا ذکر بھی ملتا ہے اس میں مختلف طبقات سے انگریزوں کا امتیازانہ سلوک مثلاً انگریز ان ہندوستانیوں سے نرمی برتتے تھے جو ہندوستانی سرکاری ملازمت سے وابستہ تھے۔

مرزا ادیب کے افسانوں پر نو آبادیاتی اثرات:

مرزا ادیب کے افسانوں میں نو آبادیاتی نظام کے خلاف حریت پسندانہ خیالات پائے جاتے ہیں وہ مفلسی، غربت، ذہنی زوال کو غلامی کی دین سمجھتے ہیں۔ "طوفانِ حوادث" اور "نئے انسان" جیسے افسانے انہی خیالات کے عکاس ہیں

نیاز فتح پوری کے افسانوں پر نو آبادیاتی اثرات:

نیاز فتح پوری کے افسانوی مجموعے نگارستان اور خالستان کے افسانوں پر مغربی ادبیات کے اثرات نمایاں ہیں۔ نیاز کے ایک افسانے "متی" میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور اس کے بعد کے ملکی حالات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ انگریز جنگ آزادی میں کامیابی کے بعد ہندوستان میں قابض ہوئے۔ انھوں نے یہاں کے مقامی راجوں اور جاگیر پر قبضہ کر لیا۔ ملکی بدامنی اور انتشار کی بنا ئی اضافہ کر لیا۔ مثلاً نیاز کے افسانے "متی" کے مطابق:

"جب ۵۷ء میں بدامنی پھیلی تو ارجن سنگھ کے باپ دلاور سنگھ نے بھ یاس میں کافی حصہ لیا اور ایک ہزار راجپوتوں کی جماعت سے جو دلاور سنگھ کے نام پر ہر وقت جان دینے کے لیے آمادہ رہتی تھی۔ انھوں نے اپنی حدود ریاست کو بہت وسیع کر لیا۔"(15)

نیاز کے افسانوں میں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ جنگ آزادی ختم ہو جانے کے بعد جب انگریز ہندوستان پر قابض ہو گئے اور حکومتی امور سنبھال لیے تو ریاستوں میں سے اکثر نے ان کے ساتھ سازباز کر لی۔ جن ریاستوں کے حکمرانوں نے بغاوت کی ان کے ساتھ انگریز دشمنی برقرار رکھی۔

سلطان حیدر جوش کے افسانوں پر نو آبادیاتی نظام کے اثرات:

سلطان حیدر جوش کے افسانوں پر نو آبادیاتی نظام کے اثرات دکھائی دیتے ہیں جیسے ان کے افسانے "مساوات" میں انگریز تہذیب کی آمد، تہذیبی رویوں کی تبدیلی وغیرہ کا تذکرہ کیا گای ہے۔ "مساوات" کا مرکزی کردار اے ایچ قمری انگریزی تہذیب کے رنگ وروپ اختیار کر چکا ہے۔ اس کی نشست وبرخاست، آدابِ طعام وانصرام اور ملبوسات تک انگریزی تہذیب کے تابع ہے:

"مارننگ سوٹ، ایوننگ سوٹ، فراک سوٹ، یہ سوٹ، وہ سوٹ غرض کوئی سوٹ ایسا نہ تھا جو خدانخواستہ اس کے پاس نہ ہو۔ وہ فیشن کے معنی تہہ تک سمجھتا تھا۔ وہ سر کی ہیٹ سے لے کر پاؤں کے بوٹ تک ترقی یافتہ زمانے کا دل کش نونہال تھا اور یہ ہی نہیں وہ آداب نشست وبرخاست میں، بول چال میں، اندرونی اور بیرونی زندگی میں،۔۔۔۔کا پورا عامل تھا۔"(16)

ان کے قریباً سبھی افسانوں میں تہذیبِ مغرب کی اندھادھند تقلید سے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار ملتا ہے۔ مشرقی تہذیب اور پردہ ان کے نزدیک عورت کے تحفظ کا ضامن ہے۔ ان کے افسانوں میں سیاسی شعور اور ہندوستان کے لیے محبت مؤجزن ہے۔ انگریزوں کی ہندوستانی باشندوں سے نفرت جوش کے ہاں ایک جملے میں پورے معانی ومفاہیم کے ساتھ عیاں ہوتی ہے:

"پہلے وہ کالے کتے کو نجس اور ذلیل جانتا تھا۔ اب کالے آدمی کو اس سے بھی زیادہ ذلیل مانتا ہے۔"(17)

مجنوں گورکھ پوری کے افسانوں میں نو آبادیاتی اثرات:

مجنوں اپنے معاصرین انگریز شعراء وادباء سے متاثر تھا۔ ان کے ہاں انگریزی ادب خاص طور پر شیکسپیئر کے اثرات نمایاں ہیں۔ مجنوں کی افسانی نگاری کا وہ زمانہ ہے جب برصغیر انگریز قابض تھے۔ نو آبادیاتی نظام اپنے مکمل انتظامی ڈھانچے کے ساتھ ہندوستان پر رائج تھا۔ ہندوستانی آزادی اس نظام کو بھی قدرے تسلیم کر چکے تھے۔

انگریز آزادی نسواں اور تعلیم نسواں کے زبردست حامی تھے لہٰذا اس دور کے روشن خیال لکھاریوں کے آزادی نسواں اور تعلیم نسواں جیسے روشن پہلو بھی ان تحریروں میں موجود تھے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

"مرزا احسان علی صاحب جن کا یہ مکان الہ آباد کے ایک سربرآوردہ رئیس اور ممتاز وکیل تھے۔ وہ قرب و جوار میں آزاد خیال مشہور تھے۔ ان کی آزاد خیالی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی اکلوتی لڑکی کو اردو، فارسی اور عربی کے علاوہ انٹرنس تک انگریزی تعلیم بھی دلوائی۔"(۱۸)

مجنوں کا مطالعہ گہرا تھا۔ بالخصوص مغربی افسانے کا مطالعہ اس کے اثرات ان کے افسانوں پر پڑے۔ مجنوں کے ہاں سماجی و معاشرتی حقیقتوں کا شعور اور نفسیاتی مسائل کا باعث عام پایا جاتا ہے۔

شوکت تھانوی کے افسانوں پر نوآبادیاتی نظام کے اثرات:

شوکت تھانوی افسانوں میں بھی اس دور کے دیگر افسانہ نگاروں کی طرح نوآبادیاتی نظام کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ شوکت تھانوی کے افسانوں میں تخیل سے ماضی کے شان دار عہد کو حال کے ابتر عہد میں لے آئے ہیں۔ لکھنؤ کانگریس سیشن میں شایان اودھ کی شان و شوکت کو یاد کرتے ہیں اور جذبات سے مغلوب ہو کر اسے بڑا ہوا دیا کہہ دیتے ہیں۔ غالباً یہاں ان کی مراد یہ ہے کہ انگریزوں نے اودھ اور لکھنؤ پر قبضہ جما کر یہاں کی رونقیں نیست و نابود کر دیں اور اسے اجاڑ و اکھاڑ کے رکھ دیا:

"ارباب کانگریس میں گلستان اودھ کی طرف اس وقت مقبوضہ ہوئے جب اس چمن کی بہاریں لوٹ لی گئیں اور خزاں نے اس کو اجڑا ہوا دیار بنا دیا۔ کاش وہ شاہی زمانہ ہوتا جب یہاں کا ہر روز روز عید ہر شب شب برات ہوا کرتی تھی۔"(۱۹)

فسانہ "بیکاری" میں شوکت تھانوی بیکاری یعنی بے روزگاری پر بحث کرتے ہیں۔ ان کا لہجہ طنزیہ ہے۔ آبادی میں روز بروز ہونے والے اضافے کو وہ بے روزگاری کا سبب قرار دیتے ہیں۔

"مرض بیکاری کا جو علاج ہے وہ ہندوستانیوں سے عمر بھر نہیں ہو سکتا اور اگر ہو سکتا ہے تو کر کے دیکھیں۔ ہم بھی جانیں کہ یورپ کے مردوں کی سی غیرت اور محبت پیدا کر کے دکھائیں اور آیئے آپ کو عورتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔"(۲۰)

اختر انصاری کے افسانوں میں نوآبادیاتی نظام کے اثرات:

اختر انصاری کے افسانوں میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف کوئی ولولہ انگیزی تو نہیں ملتی البتہ ایک ہلکا سا احتجاج ضرور ملتا ہے جو اس زندگی کی خامیوں پر شعر کی صورت میں موجود ہے۔ جو انگریز حکومت کی نگرانی میں ہندوستان میں میسر کی جا رہی ہے۔ اس زمانے میں انگریزوں کی معاشرت اور ان کی حکومت سے ہر رجعت پسند اور بنیاد پرست ہندوستانی خائف اور نالاں تھا۔ قبل نو کے نوجوان لڑکے، لڑکیاں انگریزی وضع داری کے نزدیک پھٹکتے تو ان کے بڑے انھیں ناپسند کرتے۔ ایسا ہی ایک واقعہ اختر انصاری کے ایک افسانے "اٹھارھویں صدی کا ظلم" میں ہے۔ جس میں ایک بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو ڈانٹ ڈپٹ رہا ہے:

"پڑھتے پڑھاتے خاک نہیں، روپیہ ضائع کرتے ہیں، انگریز بنے جاتے ہیں، عیسائیوں کے سے بال ہیں، مونچھیں منڈی ہوئیں۔"(۲۱)

پروفیسر احمد علی کے افسانوں میں نوآبادیات:

پروفیسر احمد علی نے اپنے افسانوں میں دو نسلوں کے ذریعہ سے نوآبادی نظام کے خلاف ہندوستان میں برپا نظریاتی جنگ کو ضبط تحریر میں لایا ہے۔ افسانے "تصویر کے دورخ" کے آخری حصے میں پروفیسر احمد علی نوآبادیاتی نظام کی بربریت ار انگریزی حکومت کی طرف سے ہندوستان کی عکاسی کی گئی۔ غربت و افلاس اوور خون ریزی کا نظارہ بڑے سخت اور تلخ انداز میں کرتے ہیں:

"چاوڑی کے نکر پر ان کو ایک لاش خون سے لتھڑی ہوئی بھیانک اور کریہہ منظر ابھی تک پڑی ہوئی دکھائی دی اور ایک اندھی بڑھیا اور ایک اپاہج فقیر دونوں لاغر اور کم زور، محض ہڈیوں کے ڈھیر، بھوک اور پیاس کے مارے دیواروں سے ملے ملے دبے پاؤں اجمیری دروازے کی طرف جا رہے تھے۔"(۲۲)

"قید خانہ" میں پروفیسر احمد علی ایک وقیع افسانہ نگار کا درجہ رکھتے ہیں۔ قید خانہ میں ہندوستان کے فرقہ عارانہ فسادات کا تذکرہ موجود ہے۔ مزید اس میں ہندوستان کے تمام سیاسی حالات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں نوآبادیاتی نظام کے استحصال اور غلامی کی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ غلامی خواہ کتنی نعمتوں سے مزین ہو مگر اس کی گھٹن اور آزادی کی خواہش مفقود نہیں ہو سکتی۔ یہاں افسانہ نویس خود کو کسی پنجرے میں مقید ریچھ کی صورت میں دیکھتا ہے۔ جسے آزادی کی خواہش بے قرار رکھتی ہے۔ اس کا سفید چھڑی والا آ کر اس کا مذاق اڑاتا ہے اور اسے آزادی کے خواب دکھا کر قیدی بنے رہنے پر ترغیب دیتا ہے:

> "ہر روز یک شخص دور سے میرے پنجرے میں غذا رکھ دیتا ہے۔ وہ نزدیک آنے سے اس لیے ڈرتا ہے کہ میں کہیں اس کا گلہ نہ گھونٹ دوں۔ اس نے جب پہلی بار مجھ سے شفقت سے باتیں کیں تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کیسا ہے تو، اب کالے غلام۔"(۲3)

اس افسانے میں نو آبادیاتی نظام کی تمام تر خواہش آئند زاویوں کی باطنی سیاہی اُمڈ کر سامنے آتی ہے۔ " قلعہ " نو آبادیاتی نظام پر لکھا گیا غلامی افسانہ جس میں انسانی جذبات مؤجزن ہیں۔

حیات راشد انصاری کے افسانوں میں نو آبادیات کے اثرات:

انصاری کے افسانوں میں جاگیر دارانہ نظام کی نا انصافیاں، نچلے طبقے کے ساتھ غیر انسانی سلوک جیسے سماجی رویوں کی نقاب کشائی کی گئی ہ۔ نیز ان کے ہاں مخصوص طرزِ فکر اور فکری رویوں پر طنز کے مناظر ملتے ہیں۔ ان کے ایک افسانے "پرواز" میں ہندوستان کی کبوتر باز اور بٹیر بازی کے ساتھ ساتھ پتنگ بازی کی ہنر مندی نظر آتی ہے۔ تحریکِ آزادی کی غرض سے اتحاد و اتفاق کی بجائے ہندوستان کی باشندوں کے ذہنوں میں شیعہ سنی فسادات جیسے سنگین اور پتنگ بازی جیسے رنگین مشغلے رچ بس گئے۔ حیات اسی افسانے میں اس صورتِ حال کو ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

> "جب قوم کے عروج وزوال کا سوال سامنے آجئے تو نوجوانوں سے کہاں محلہ بیٹھا جاتا ہے۔ ادھر تو دکانیں اور کارخانے بند ہو گئے اور ادھر اسکولوں، کالجوں، یونی ورسٹیوں، کے میدان لڑنے لگے اس وقت آزادی کا مسئلہ سامنے ہے اور صرف پتنگ بازی سے حل ہو سکتا ہے۔"(۲۴)

مجموعی جائزہ:

نو آبادیاتی نظام کے برصغیر پاک وہند میں تسلط اور اردو ادب کے فروغ اور ترقی کا دور قریباً ایک ہی ہے۔ اردو کے ادیب وشعراء اس عہد کے متغیر حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے ان کی تحریروں میں ہندوستان کا زوال پذیر معاشرہ، سیاسی و معاشی اعتبار سے دگرگوں ملکی حالات، اخلاقی اقدار کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال اس دور کے ادب کا موضوع ہے۔

ہندوستانی معاشرت میں انگریزی تہذیب کی آمیزش اور ہندوستانی تہذیب اور یورپی تہذیب کا باہم بغل گیر ہونے نے یہاں کے ادب پر ان گنت نقوش چھوڑے۔ علامہ راشد الخیری نے ہندوستانی عورت کے معاشرتی مسائل اور نفسیاتی الجھنوں کے متعلق لکھا لیکن وہ بھی ہندوستانی تہذیب میں مغربی تہذیب کی آمیزش کو چھوئے بغیر نہ رہ سکے۔

نو آبادیاتی نظام ہندوستان میں بہ حیثیت مجموعی عورت کے مقام میں بہت زیادہ تبدیلی لانے کا باعث بنا۔ عورت کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کا رواج عام ہوا۔ بے جا پردے اور گھٹن، کی زندگی کے بجائے سیاسی اور سماجی سطح پر اس کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملکی ترقی میں شامل ہونے کا موقع دیا۔ اردو افسانے کا اس میں بہت بڑا حصہ ہے۔

نو آبادیاتی نظام کے روشن پہلوؤں کے ساتھ ساتھ منفی پہلو بھی ادب میں نظر آتے ہیں۔ انگریز حکومت کا ہندوستانیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک، بہیمانہ ظلم وستم، انسانیت کی تذلیل و حقارت، تقسیمِ ہند سے قبل اور اس دوران ہونے والے خون ریز واقعات کا بیان افسانوی ادب کا خاصہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اشرف کمال، محمد، ڈاکٹر، تنقیدی تھیوری اور اصطلاحات، مثال پبلی کیشنز، فیصل آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۱۰۶

۲۔ محمد آصف، ڈاکٹر، نو آبادیاتی نظام، بین الاقوامی منظر نامہ (مضمون) مشمولہ زبان وادب، (تحقیقی و تنقیدی مجلہ)، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، شمارہ ۲۱، ص ۱۲۹

3۔ وقار عظیم، سید داستان سے افسانے تک، وقوار پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۱۰

4۔ سجاد حیدر یلدرم، خیالستان، اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی، س ن، ص ۳۱۱

5۔ ایضاً، ص ۴۸

6۔ ایضاً، ص ۴۷

7۔ مدن گوپال، (مرتبہ)، کلیات پریم چند، جلد ۹، قومی کونسل برائے فروغ اردو، دہلی، س ن، ص ۷

8۔ ایضاً، ص ۲۳۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.6 No.1 2022

9۔ ایضاً، ص ۲۶۹

10۔ ایضاً، جلد ۶ ص ۴۵۰

11۔ راشد الخیری، علامہ، نانی عشو، عظمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۲۹ء، ص ۷

12۔ راشد الخیری، علامہ، سراب مغرب، عظمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۱۸ء، ص ۱۲

13۔ راشد الخیری، علامہ، نانی عشو، عظمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۲۹ء، ص ۷

14۔ راشد الخیری، علامہ، شہید مغرب، عظمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۲۹ء، ص ۸۱

15۔ سلطان حیدر جوش، افسانہ جوش، دارالناصر پریس، لکھنؤ، ۱۹۲۶ء، ص ۱۱۲

16۔ سلطان حیدر جوش، جوش فکر، ڈسٹرکٹ گزٹ پریس، علی گڑھ، س ن، ص ۱۰۶

17۔ فطرت نگار سدرشن، بہارستان، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص ۸۷

18۔ اختر انصاری، اندھی دنیا، مکتبہ جہاں نما، دہلی، ۱۹۳۹ء، ص ۴۰

19۔ ایضاً، ص ۴۹-۴۸

۲0۔ ایضاً، ص ۱۵، ۱۴

۲1۔ احمد علی، شعلے، نیا سنسار، الہ آباد، ۱۹۳۶ء، ص ۳

۲2۔ احمد علی، بہاری گلی، نیا سنسار، الہ آباد، بار دوم، ۱۹۴۳ء، ص ۱۵

۲3۔ حیات اللہ انصاری، بھرے بازار میں، الحمرا پبلشرز، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء، ص ۲۱، ۲۰

۲4۔ ایضاً، ص ۹۶

کتابیات

بنیادی ماخذ:

۱۔ احمد علی، بہاری گلی، نیا سنسار، الہ آباد، بار دوم، ۱۹۴۳ء

۲۔ احمد علی، شعلے، نیا سنسار، الہ آباد، ۱۹۳۶

۳۔ اختر انصاری، اندھی دنیا، مکتبہ جہاں نما، دہلی، ۱۹۳۹ء

۴۔ حیات اللہ انصاری، بھرے بازار میں، الحمرا پبلشرز، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

۵۔ راشد الخیری، علامہ، سراب مغرب، عظمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۱۸ء

۶۔ راشد الخیری، علامہ، شہید مغرب، عظمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۲۹ء

۷۔ راشد الخیری، علامہ، نانی عشو، عظمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۲۹ء

۸۔ سجاد حیدر یلدرم، (مرتبہ) خیالستان، اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی، س ن

10۔ سلطان حیدر جوش، افسانہ جوش، دارالناصر پریس، لکھنؤ، ۱۹۲۶ء

11۔ سلطان حیدر جوش، جوش فکر، ڈسٹرکٹ گزٹ پریس، علی گڑھ، س ن

12۔ فطرت نگار سدرشن، بہارستان، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س ن

13۔ مدن گوپال، (مرتبہ)، کلیات پریم چند، جلد ۹، قومی کونسل برائے فروغ اردو، دہلی، س ن

ثانوی ماخذ:

۱۔ اشرف کمال، محمد، ڈاکٹر، تنقیدی تھیوری اور اصطلاحات، مثال پبلی کیشنز، فیصل آباد، ۲۰۱۶ء

۲۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریک، انجمن ترقی اردو، کراچی، س ن

۳۔ ۴۔ وقار عظیم، سید داستان سے افسانے تک، وقوار پبلی کیشنز، لاہور، س ن

رسائل و جرائد:

۱۔ زبان و ادب، (تحقیقی و تنقیدی مجلہ)، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، شمارہ ۲۱۰